افکار کا ”ندیم نمبر“ ایک مطالعہ

ڈاکٹر گلشن طارق

ABSTRACT:

Ahmed Nadeem Qasmi was a prose writer, poet, journalist, sketch writer, columnist, editorial writer and a great administrator. His personality was a rainbow. He was a humanitarian who believed in helping everyone. He was associated with Progressive Writers Movement. He was a multi-faceted person. He always encouraged the young writers. He was easy to access and welcomed everyone warmly. He faced many ups and downs in a brave manner. In January 1975, "Afkaar" published a special issue of 'Nadeem Number' on the biography, personality, creative works and art of Ahmed Nadeem Qasmi. Qasmi's relatives, wife, children, friends and certain great literary figures contributed their thoughts about Qasmi in it. They talked about the contribution of Qasmi in Urdu literature. 'Nadeem Number' presented excerpts from both his prose and poetry. It also published some of his published work and letters. Great figures from the literary circle gave their opinions about every aspect of Qasmi's life. Hence, 'Nadeem Number' presented a complete picture of Qasmi's personality, in actuality, Qasmi's biography can be compiled with the help of this personal and literary record of his life. The editor of "Afkaar", Sehba Lakhnawi, is highly applauded for publishing such a thorough and comprehensive issue. It reflects his hard work and dedication.

”افکار “ نے احمد ندیم قاسمی کوکیسے دیکھا، افکار کی آنکھ سے ان کو دیکھا جائے گا، یہی میرے تحقیقی مضمون کا مطمع نظر ہو گا۔ احمد ندیم قاسمی بیک وقت نثر نگار، خاکہ نگار، صحافی، کالم نگار، نقاد، اداریہ نویس اور اعلیٰ منتظم بھی تھے۔ انہوں نے بچوں کیلئے بھی ادب تخلیق کیا۔ ان کی شخصیت کی کئی پرتیں تھیں۔ ان کی شخصیت میں قوسِ قزح کے سبھی رنگ موجزن تھے۔ بنیادی طور پر وہ انسان دوست تھے۔ ہر ایک کے کام آتے تھے۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے، نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ان سے ملنے پر کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہر کوئی آسانی کے ساتھ ان سے رابطہ کر سکتا تھا اور وہ خوشدلی سے آنے والوں سے ملتے تھے۔ ان کے تخلیق کردہ ادب میں زندگی کے ہر شعبے سے پھول چنے گئے تھے۔ بچوں سے لے کر بڑے اور بوڑھے۔ ان کی زندگی کے سفر میں سرد گرم آئے مگر وہ کبھی ہمت نہیں ہارے بڑی پامردی سے

مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے۔ ’’افکار‘‘ کا ندیم نمبر جنوری، فروری 1975ء میں ان کی زندگی میں بلکہ ان کے عروج کے زمانے میں شائع ہوا۔

پنجاب کے ضلع خوشاب موضع انگہ میں 20نومبر 1914ء کو آپ کی ولادت ہوئی، قاسمی صاحب کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اصلی نام احمد شاہ تھا بعد میں نام تبدیل کر کے احمد ندیم قاسمی رکھا۔ ان کے والد چن پیر کے نام سے اپنے علاقے قسمال میں معروف تھے۔ والد محترم زیادہ تر جذب کی حالت میں رہتے تھے۔ احمد ندیم قاسمی کا بچپن غریبی میں گزرا۔ انہوں نے قرآن پاک اپنے گائوں کی مسجد میں پڑھا، پرائمری انگہ ضلع سرگودھا، مڈل کیمبل پور، میٹرک شیخوپورہ سے اور انٹرمیڈیٹ بہاولپور اور بی اے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کیا۔

احمد ندیم قاسمی نے ۹۰ سال کی طویل عمر پائی اور آخر تک چاک و چوبند رہے۔ انتہائی وضع دار انسان تھے، رکھ رکھائو ان کی زندگی کا حصہ تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے رکھتے اور کبھی کسی سے تلخ لب و لہجے میں بات نہ کرتے۔ ہر ایک کے ساتھ خلوص اور پیار و محبت سے ملتے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے احباب اور ساتھیوں کی رہنمائی کی اور ان کیلئے چراغ راہ ثابت ہوئے۔ ترقی پسند تحریک سے ان کی وابستگی یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ وہ انسان دوست تھے۔ احمد ندیم قاسمی خالص ادبی شخصیت تھے۔ ان کا تنقیدی شعور بھی بہت بلند تھا۔

احمد ندیم قاسمی سیاسی آدمی نہ تھے مگر اپنے وطن سے انہیں گہرا لگائو تھا۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ سب سے پہلے انسان کو اپنے وطن سے محبت کرنی چاہیے۔ ان کی یہی محبت 1965ء کی جنگ کے بارے میں لکھے گئے مضامین میں ظاہر ہوتی ہے۔ ان کو ایکسائز سب انسپکٹڑ کی نوکری ملی مگر وہ اس نوکری کے لئے نہیں تھے اس لئے انہوں نے اس سے استعفیٰ دے کر شعر و ادب سے دل لگا لیا۔ کیونکہ ادب سے لگائو ان کا فطری میلان تھا۔

انہوں نے 1963ء میں رسالہ ’’فنون‘‘ کا اجراء کیا۔ وہ اس رسالے کے ایڈیٹر تھے۔ فنون میں شامل کیا گیا مواد بہت ہی معیاری ہوتا تھا۔ روز بروز وہ ادبی دنیا کی مقبول شخصیت بنتے گئے۔ اس میں ان کی محنت، لگن اور ذاتی دلچسپی عیاں تھی۔ وہ اپنے قلمی ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے خط لکھتے تھے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی اپنے ایک مضمون ’’ قاسمی صاحب‘‘ مشمولہ ادبیات احمد ندیم قاسمی نمبر میں رقم طراز ہیں:

’’ایڈیٹر کی حیثیت سے قاسمی صاحب میں ایک بڑی خوبی تھی جس پر میں نے ہمیشہ رشک کیا۔ قلمی معاونین کو خط وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اخیر عمر تک ان کا سواد خط بہت پاکیزہ اور حروف کی نشست بہت پختہ تھی۔ خط میں ازراہ انکسار اپنا نام ہمیشہ ’’ندیم‘‘ لکھتے تھے اور جو تحریر انہیں پسند آتی اس کی تعریف کرتے۔ خواہ وہ ان کے ادبی مؤقف کی حمایت میں ہو یا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے بہترین دنوں میں ’’فنون‘‘ سے زیادہ تازہ کار، فکر انگیز مضامین اور عمدہ شعر و افسانہ چھاپنے والا رسالہ پاکستان میں نہ تھا۔ ‘‘ (۱(

’’افکار‘‘کے ندیم نمبر کا مطالعہ کرتے ہوئے منکشف ہوا کہ 948صفحات پر مشتمل اس رسالے کی قیمت صرف تیس روپے تھی۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ کسی شخصیت کی زندگی میں اس پر نمبر

نکالنا مشکل امر ہوتا ہے۔ یہ اس شخصیت کیلئے اعزاز کی بھی بات ہے۔ ’’افکار‘‘محکمہ تعلیم کراچی، لاہور۔ پشاور۔ کوئٹہ، راولپنڈی، جنرل ہیڈ کوارٹرز آرمی ایجوکیشن سے منظور شدہ ہے۔ جارہ شدہ میں 1945ء لکھا ہوا ہے، ندیم نمبر افکار کے مدیر صہبا لکھنوی ہیں۔ مکتبہ افکار راسبن روڈ کراچی کا پتہ درج ہے۔ اس کے علاوہ بریڈ فورڈ کا پتہ بھی لکھا ہوا ہے۔ 24پارک ہل ڈرائیو، بریڈ فورڈ نمبر 8(یارکس۔ انگلینڈ)۔ ص نمبر 10پر احمد ندیم قاسمی کی ایک نظم ’’ تخلیقی لمحے کی دعا‘‘ تحریر ہے اور نظم کے خاتمے پر ندیم صاحب کے دستخط اور 3نومبر 1974ء کی تاریخ درج ہے۔ ص نمبر 11پر رسالے کی ترتیب لکھی ہے اور ترتیب سے پہلے اقبال کا ایک شعر ’’جہان تازہ کی افکار تازہ ہے نمود… کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا‘‘۔ سرورق کے بنانے والے عزیز کارٹونسٹ ہیں۔ رسالہ مختلف عنوانات سے ترتیب دیا گیا ہے مگر عنوانات سے پہلے 10سے لیکر 31ص تک احمد ندیم قاسمی اور صہبا لکھنوی نے مختلف موضوعات پر چند باتیں کی ہیں۔ رسالے کے آغاز میں ایک غلطی کا پتہ چلا۔ ص نمبر 10 پر موجود نظم ’’تخلیقی لمحے کی دعا‘‘ کو ترتیب صفحات پر پیش کیا جانا چاہئے تھا یا پھر ترتیب صفحات سے پہلے جو عنوانات یا موضوعات دیئے گئے ہیں جیسے احمد ندیم قاسمی ’’تخلیقی لمحے کی دعا‘‘ ص10، صہبا لکھنوی اشاریہ ص14، ندیم پیش کلام ص17، صہبا لکھنوی ندیم ایک مستند جائزہ ص21، ندیم، اصلاح شدہ کلام، ص31، نظم، ص10پر بیان ہو چکی تھی۔ اس لئے اسے ص11کے موضوعات کی فہرست میں نہیں لکھا جانا چاہئے تھا۔

اشاریہ میں صہبا لکھنوی نے بتایا ہے کہ اس پورے رسالے میں کیا ہے؟ اشاریہ میں سب سے پہلے انہوں نے چند حقائق کا ذکر کیا ہے۔ اس میں انھوں نے بتایا ہے کہ جوش نمبر کا پہلا ایڈیشن نومبر 1961ء میں شائع ہوا تھا جو 674صفحات پر مشتمل تھا۔ جوش نمبر کا دوسرا ایڈیشن جس میں کچھ اضافہ کیا گیا اور یہ اگست 1962ء میں دوبارہ شائع ہوا اس کے صفحات کی تعداد 763ہے۔ اگست 1963ء میں حفیظ نمبر شائع ہوا جو 630صفحات پر مشتمل تھا۔ افکار نے اپریل 1965ء کو فیض نمبر نکالا جس کے صفحات کی تعداد 774ہے۔ اس کے بعد 1975ء میں ندیم نمبر نکالا گیا جو 968صفحات پر مشتمل ہے۔ مذکورہ بالا تمام نمبروں میں ندیم نمبر سب سے زیادہ ضخیم ہے، مذکورہ بالا تفصیل کے بعد صہبا لکھنوی نے ان شخصیات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور ساتھ میں یہ بھی بتایا کہ ’’افکار‘‘ کی عمر اس وقت تیس سال ہو چکی ہے اور میری اپنی عمر پچاس سے زیادہ ہو چکی ہے ندیم کے لئے یہ نمبر نکالنا بہت ضروری تھا کیونکہ وہ ایک نابغہ روزگار شخصیت ہے۔ معلوم نہیں کل کلاں کو افکار زندہ رہتا بھی ہے یا نہیں تو کیوں نہ میں اپنی ذمہ داری پوری کروں۔ صہبا لکھنوی، احمد ندیم قاسمی کی شخصیت اور ان کے فن کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں :

’’ندیم صاحب سے میرے قلمی روابط کا آغاز شاید 1940ء میں ہوا تھا جب میں محض ایک نو عمر شاعر تھااور بس۔ ان سے زیادہ قریب رہنے کا مجھے بہت کم موقع ملا۔ پھر بھی میں ان کا گرویدہ ہوں۔ بعض باتوں میں مجھے ان سے نظریاتی اختلاف بھی رہے لیکن یہ تو میرا حق تھا۔ اس کے باوجود میں ان کے ادبی کارناموں کا ہمیشہ سے معترف ہوں۔ سچ پوچھیے تو ندیم صاحب کی زندگی، شخصیت اور ان کا فن گوں ناگوں وسعتوں کا حامل ہے۔ اتنی پہلو دار شخصیت کے فنی کمالات کو ایک مختصر

سے نمبر میں سمیٹ لینا میرے لیے کسی طرح ممکن نہ تھا۔ اگر مجھے وسائل اور سہولتیں نصیب ہوتیں تو میں ندیم صاحب کی شاعری، فن افسانہ نگاری، تنقید نگاری اور صحافت کے ہر پہلو پر علیحدہ علیحدہ ضخیم دستاویزی اشاعتیں مرتب کر دیتا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بعد کی نسل اس کام کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچائے گی کہ ندیم صاحب تاریخ ادب کا ایک درخشاں باب ہیں۔ جن سے کسی دور کا مؤرخ بھی صرف نظر نہیں کر سکے گا۔'' (۲)

آخر میں انہوں نے اپنے احباب کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے ان کی ہر مرحلے پر مدد کی جس کی بنا پر وہ صبر و تحمل کے ساتھ مشکل حالات کا مقابلہ کر پائے۔ وگرنہ بقول ان کے شاید وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے احمد ندیم قاسمی کا بھی شکریہ ادا کیا جنھوں نے اپنی شدید مصروفیات کے باوجود ہر ممکن طریقے سے مدیر سے تعاون کیا۔ یوں وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔ آخر میں انھوں نے اپنے دستخط کے ساتھ 13جنوری1975ء کی تاریخ لکھی ہے۔

اگلا موضوع پیش کلام ہے جس میں احمد ندیم قاسمی نے صہبا لکھنوی کو مخاطب کرکے اپنے خیالات کو رقم کیا ہے۔ انہوں نے یہ تحریر 10ستمبر1974ء کو رقم کی۔ مدیر نے اس تحریر کو جو احمد ندیم قاسمی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، ص17سے ص 20تک میں جوں کا توں شامل کر دیا ہے۔ یہ تحریر ایک طرح سے خود نوشت ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے سفر کے بارے میں مختصراً بیان کیا ہے۔ اس تحریر میں احمد ندیم قاسمی نے اپنے بارے میں کافی کسر نفسی سے کام لیا ہے۔ اس ضمن میں احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں :

''اگر مجھے پہچانا جانے لگا ہے تو میں خوش ہوں کہ مجھے میرے فن ہی کے حوالے سے پہچانا گیا ہے اور ان میں رسوخ و رسائی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جب میں یہ کہتا ہوں تو غیر ضروری عاجزی سے کام نہیں لے رہا ہونکہ میں نے اب تک جو کچھ لکھا ہے اس سے مطمئن ضرور ہوں مگر وہ کارنامے کی ذیل میں نہیں آتا۔ اس کے باوجود اگر آپ نے میرے فن اور میری ذات کو اس قابل سمجھا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتاکہ اس کو آپ کی کرم فرمائی قرار دوں یا اسے آپ کی خوش ذوقی سمجھوں۔'' (۳)

''افکار'' کا پہلا حصہ جو عنوان کے بغیر ہے مگر اس کے اندر چار عنوانات ہیں۔ دو کا بیان ہو چکا، تیسرا عنوان ''احمد ندیم قاسمی، زندگی، شخصیت اور فن کا مستند جائزہ'' ہے۔ اس کو لکھنے والے رسالے کے مدیر صہبا لکھنوی ہیں۔ اس میں صہبا صاحب نے احمد ندیم قاسمی کی زندگی کے ارتقائی سفر کو مختلف عنوانات دے کر مختصراً بیان کیا ہے۔ اور باکس بنا کر ان کے ادبی سفر کو ظاہر کیا گیا ہے۔ 20عنوانات قائم کر کے انہوں نے ندیم صاحب کی زندگی کے بارے میں بتایا ہے۔اور گیارہ باکسوں میں ندیم صاحب کے ادبی سفر کو بیان کیا ہے۔ ص 21 پر چوتھا عنوان اصلاح شدہ کلام جو ندیم صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور قلمی شکل میں ہی رسالے میں موجود ہے۔ یہ ص29سے لیکر ص 32 تک ہے۔ آخر میں تاریخ لکھی ہے جو 6مارچ 1966ء ہے۔ صفحات کے بیان میں ایک اور غلطی سامنے آئی ہے۔ ترتیب میں ص29کی بجائے 31لکھا گیاہے۔

ایڈیٹر ”افکار “ نے ترتیب میں جو عنوانات قائم کئے ہیں ان کی تعداد گیارہ ہے اور ان کی ترتیب کچھ یوں ہے۔ پہلا عنوان پیغامات و تاثرات (ص33سے ص48) ان میں 18نامور ادبی شخصیات کے پیغامات و تاثرات ہیں۔ ان پیغامات میں انہوں نے احمد ندیم قاسمی کی ادبی خدمات اور ان کی تخلیقات کو سراہا ہے اور ندیم صاحب کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اپنی آرا سے منور کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ایڈیٹر کی خدمات کو بھی سراہا ہے کہ ان کی کاوشوں سے ادبی شخصیات کی تحسین ایک صحت مند ادبی روایت ہے۔ چند ایک شخصیات کے پیغامات میں سے کچھ حصے پیش کیے جاتے ہیں۔

حفیظ جالندھری اپنے پیغام میں لکھتے ہیں کہ :

”احمد ندیم قاسمی کی شاعری کی شاعری محض شاعروں کی واہ واہ نہیں، ان کی انشا پردازی ادیبوں اور نقادوں سے داد طلب نہیں ہے۔ اس دور شعر و ادب میں میرے نزدیک احمد ندیم قاسمی وہ کام کر رہے ہین جو مخلوق کی بھلائی کیلئے بگڑے ہوئے کردار کو درست کرنے کیلئے، گمراہی کی رفتار کو وہ راستہ دکھانے کا جو قرآن نے بتایا ہے، ہر شاعر اور ہر ادیب کا فرض ہونا چاہئے۔ احمد ندیم قاسمی جس ملک اور جس ملت میں شامل ہیں اس کی بقاء بھی چاہتے ہیں، اس کی خرابیوں کی اصلاح بھی وہ اپنے گھر کی خرابیوں کو دور کرنے کے درپے ہیں۔ “(۴ (

ندیم نمبر میں پیغامات و تاثرات میں فیض احمد فیض رقم طراز ہیں :

”ندیم صاحب سے خلوص و رفاقت کا پرانا رشتہ ہے۔ ادب، صحافت اور شاعری مین ان کا مقام مسلّم ہے۔ اس لئے وہ توصیف و تعارف کے تو محتاج نہیں البتہ ان کی شخصیت اور شاعری کے کئی پہلو ایسے ہوں گے جو آپ کے قارئین کی نظر میں نہیں۔ آپ کی کاوش ان کیلئے یقیناً بصیرت افروز ثابت ہو گی اور اس ضمن میں کئی دستاویزات ایسی ہونگی جو ندیم نمبر کی وجہ سے محفوظ ہو جائیں گی۔ “ (۵ (

”افکار“ میں احمد ندیم قاسمی کے بارے مین ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں :

”قاسمی صاحب کے فن کے بارے میں آپ کے اس خصوصی نمبر کے لئے بہت کچھ لکھا گیا ہو گا اور لکھا جائے گا۔ میں بھی ان کی شاعری اور افسانوں کے متعلق انگریزی اور اردو میں لکھ چکا ہوں اس لئے اس کا اعادہ نہیں کرتا البتہ ان کی شخصیت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے قاسمی صاحب کو ویسا ہی پایا جیسے وہ اپنی تحریروں میں نظر آتے ہیاں۔ سادگی اور خلوص ان کی شخصیت اور فن کے بنیادی عناصر ہیں۔ میں نے کم لوگ ایسے دیکھے ہیں جن میں فرشتوں کی سی معصومیت ملتی ہے اور بلا شبہ قاسمی صاحب ایسے ہی انسان اور فنکار ہیں۔“ (۶ (

”افکار“ کے ندیم نمبر میں پیغامات و تاثرات میں سید ضمیر جعفری لکھتے ہیں :

”ندیم دل میں اتر جانے والا ادیب ہے تو روح میں سما جانے والا انسان بھی ہے۔ ان کی وسیع انسانی ہمدردی اور طبیعت کی سادگی اور ملائمت پر بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ وہ مٹی کا نہیں ریشم کا بنا ہوا ہے۔ وہ ادب میں اگر ہمارا ”مانیٹر“ ہے تو ذاتی طور پر بہت من موہنا دوست بھی ہے۔“ (۷ (

’’افکار ‘‘ کے ندیم نمبر کی ترتیب میں دوسرا عنوان ’’آئینہ خانے میں ‘‘ ہے۔ یہ ص49سے ص72تک ہے۔ اس میں احمد ندیم قاسمی کے خاندان کی ادبی سفر کی جھلکیاں تصویروں کی صورت میں ہیں۔ ان تصاویر میں ان کے خاندان کے ساتھ ان کی تصویریں ہیں جیسے بھائی، بھتیجے اور ان کے اپنے بچوں کے ساتھ تصویریں بھی شامل ہیں۔ مختلف سفروں میں، ادبی تقریبات میں، مختلف سیمینارز میں۔ ہر جگہ قاسمی صاحب نمایاں ہیں۔ مدیر بنے رسالے میں ہر گوشہ بہت خوبصورت بنایا ہے۔

’’افکار‘‘ کے ندیم نمبر کا ترتیب میں تیسرا عنوان ’’ اذن کلام‘‘ ہے جو ص 73سے شروع ہو کر ص 115تک ہے۔ اس حصے میں مدیر نے احمد ندیم قاسمی کی غیر مطبوعہ اور یادگار تخلیقات کا ذکر کیا ہے۔ آغاز میں قاسمی صاحب کی چند ایک نظمیں ہیں جیسا کہ ’’ پس آئینہ‘‘، ’’سیاح کی ڈائری کا ایک ورق‘‘، ’’غرق ہو کر ابھرنے کی ایک کہانی‘‘، ’’ دوری‘‘، ’’بیسویں صدی کا انسان‘‘۔ نظموں کے بعد ان کی آٹھ غزلیات بھی اس میں شامل ہیں۔ شاعری کے علاوہ نثر کی صورت میں ان کی کچھ تحریریں مختلف عنوانات سے اس میں شامل ہیں۔ جیسا کہ ’’چند یادیں‘‘، ’’ایک ریاستی کالج‘‘، ’’ یادگار تحریریں‘‘، ’[ایک تعراف ایک دیباچہ‘‘۔ ان کی ایک نظم ’’ بیسویں صدی کا انسان‘‘ کی ایک جھلک ملاحظہ ہو :

مجھے سمیٹو
نہ جانے میں بڑھ رہا ہوں
یا اپنے ہی غبار سفر میں ہر پل اتررہا ہوں
نہ جانے میں جی رہا ہوں
یا اپنے ہی تراشے ہوئے نئے راستوں کی تنہائیوں میں ہر لحظہ مر رہا ہوں (۸(

حصہ ’’ اذن کلام‘‘ میں شامل ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

اتنی بلندیوں سے، تہوں میں اتر نہ جانا
احسان کر چکا ہے تو احسان دھر نہ جانا
پتھرا گئی ہیں در پہ جو آنکھیں لگی ہوئی
کترا کے ان سے شہر وفا سے گزر نہ جانا
ہر شخص تجربات کی دنیا ہے، سب سے مل
دانائیاں سمیٹ کے پارے، بکھر نہ جانا(۹(

’’چند یادیں‘‘ کے عنوان ان کا ایک مضمون اس حصے میں شامل کیا گیا ہے۔ ’’ ماحول‘‘ میں چھپا تھا جو بعد میں بند ہو گیا اور یہ مضمون مدیر کو فتح محمد ملک نے مہیا کیا۔ احمد ندیم قاسمی کی ایک اور تحریر ’’ ایک ریاستی کالج‘‘ کے عنوان سے اس میں شامل ہے۔ یہ مضمون مدیر تک اسلم ملک کی وساطت سے پہنچا۔ یہ مضمون ندیم صاحب کے زمانہ طالب علمی کی یاد گار ہے۔ یہ مضمون پہلی بار امروز اخبار مین شائع ہوا اور بعد میں صادق ایجرٹن کالج بہاولپور کے مجلہ ’’نخلستان‘‘ میں شائع ہوا۔ اس حصے میں شامل یادگار تحریریں ہیں۔ ایک تعارف، ایک دیباچہ شامل ہے۔ بقول مدیر یہ دونوں تحریریں قاسمی صاحب کے ابتدائی دور کی ہیں۔ ’’ ایک تعارف‘‘ ندیم صاحب نے نوجوان افسانہ نگار رام لعل کے پہلے افسانوی مجموعے ’’آئینے‘‘ کے لیے لکھا۔ اور دوسری تحریر جو ایک دیباچہ کی

صورت میں ہے۔ وہ مدیر ’’افکار‘‘ کے شعری مجموعہ ’’خاکے‘‘ کے لیے لکھا۔ جو شائع نہ ہو سکا۔ انہوں نے یہ دیباچہ 1946ء میں ختم کیا۔

’’افکار‘‘ کی ترتیب کا اگلا مضمون ’’ساز افکار‘‘ ہے۔ یہ ص 121سے لیکر 282تک ہے۔ اس میں شخصیت کی جھلکیاں اور دو اہم ملاقاتیں شامل ہیں۔ ساز افکار کی فہرست میں 25نام شامل ہیں۔ اس میں ندیم صاحب کی بیگم، رشتے دار، بچوں، دوست احباب اور ادبی شخصیات نے ندیم کے بارے میں اپنے خیالات و جذبات اور تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اس فہرست کی سب سے پہلی تحریر م۔ ب پیرزادہ کی ہے۔ ’’ ندیم کا بچپن‘‘ کے عنوان سے انہوں نے اپنے اور ندیم کے بچپن کی یادیں بیان کی ہیں۔ یہ ندیم کے بڑے بھائی ہیں۔ ابھی ندیم آٹھ سال کے تھے ہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت ندیم تیسری جماعت کے طالب علم تھے اور وہ خود میانوالی میں پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد ان کو محسوس ہوا کہ وہ اب گھر کے سربراہ ہیں اور ان کو اپنی اس ذمہ داری کو نبھانا ہے۔ وہ ندیم سے بہت محبت کرتے تھے اور انہوں نے چھوٹے بھائی کے لئے ان کی جو بھی ذمہ داریاں بنتی تھیں ان کو پورا کیا۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں :

’’ندیم کے سکون و آسائش کیلئے میں نے اپنی زندگی وقف کر دی اور حسب استطاعت اسے بے فکر رکھنے کی سعی کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کامیاب رہا ورنہ ہمیں جن حالات کا سامنا تھا ان کی دستبرد سے اردو کے اس عظیم شاعر، افسانہ نگار، مزاح نویس اور نقاد کا اپنے آپ کو بچا لے جانا نا ممکن تھا۔ ‘‘ (۱۰ (

ساز ارتقاء کا اگلا عنوان ’’ بیگم ندیم سے انٹرویو‘‘ ہے۔ جو شہناز پروین سحر نے کیا ہے۔ مصنفہ نے بہت مختلف سوالات کے ذریعے ندیم کی شخصیت کو پہچاننے کیلئے ان کی بیگم کی مدد لی ہے۔ شہناز پروین نے بیگم ندیم سے بڑے دلچسپ سوالات کئے ہیں۔ جیساکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے شوہر شاعر ہیں؟ آپ کے شوہر آپ کو زیادہ وقت دیتے ہیں، یا شاعری کو ؟ کیا آپ نے کبھی اپنے شوہر کی کوئی غزل پڑھی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ شہناز پروین کے ایک سوال کہ ’’ آپ کا کیا جی چاہتا ہے کہ آپ کے خاوند کو کیا ہونا چاہئے؟ اس کے جواب میں بیگم ندیم نے کہا کہ :

’’میرا جی چاہتا ہے کہ ندیم صاحب جتنے بڑے شاعر ہیں، اس سے بھی بڑے شاعر ہوں۔ انہیں شاعر کے سوا اور کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ مگر شاعری کے بھی تو درجے ہوتے ہیناور میرا جی چاہتا ہے کہ ندیم صاحب کا نام غالب اور اقبال کے سے شاعروں کی فہرست میں شامل ہو۔‘‘(۱۱ (

ساز ارتقاء کا تیسرا عنوان ’’ میرے ابا جی‘‘ ہے اور اس کو تحریر کرنے والی ناہید ندیم ہیں جو ان کی صاحبزادی ہیں۔ اولاد کے ماں باپ کے بارے میں جذبات و احساسات ہوتے ہیں وہ اس تحریر میں ہمیں جا بجا ملتے ہیں مگر ناہید کے والد ایک فنکار بھی ہیں اور وہ اس نکتے کو فراموش نہیں کرتیں۔ ناہید کے نزدیک ان کے والد کا ظاہر جتنا خوبصورت ہے باطن اس سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت۔ ان کے دوستوں کی فہرست میں دو ہندو دوست بھی ہیں، کیلئے وہ بڑے خلوص و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ندیم صاحب نہایت حساس طبیعت کے مالک ہیں اس ضمن میں ناہید لکھتی ہیں :

''ابا جی ہر سچے فنکار کی طرح بہت حساس ہیں اور یہ حساس طبیعت خوداعتمادی کی گود میں خوب نکھری نظر آتی ہے۔ کئی بار ابا جی کچھ چیزوں کا ہم سے کہیں زیادہ شدت سے محسوس کرتے تھے۔ اس لئے جب ابا جی ایسے واقعات سناتے ہیں تو مجھے حیرت نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک دن ابو نے پسینہ پونچھتے ہوئے بتایا کہ آج وہ دفتر سے گھر آ رہے تھے تو انہیں شدید گرمی میں ایک چڑیا گڑھے میں جمع پانی پیتی دکھائی دی۔ ابو جی دور ہی ٹھہر گئے کہ کہیں چڑیا ڈسٹرب نہ ہو جائے اور جب چڑیا پانی پی کر اور نہا دھو کر اڑ گئی تو ابو جی گھر کو چلے۔ '' (۱۲ (

ساز ارتقاء میں مشہور مصنفہ خدیجہ مستور نے '' لالہ اور جھوٹ '' کے عنوان سے کچھ باتیں رقم کی ہیں۔ مصنفہ کا ان سے بڑا پیار و محبت اور احترام کا رشتہ تھا۔ ندیم صاحب کے بارے میں وہ یوں رقم طراز ہیں :

''میں اگر یہ دعویٰ کروں کہ میں لالہ کے ان تمام اقسام کے جھوٹ بھی مہارت سے پکڑ لیتی ہوں تو شاید غلط نہ ہو گا۔ اب کون شخص ہو گا جسے لالہ فون کر کے کہیں کہ میں نے کل آپ کو کئی بار فون کیا، کسی نے ریسیور ہی نہیں اٹھایا۔ تو قہ ان کی بات پر ایمان نہ لائے اور جواب میں یہ نہ کہے کہ میں نے آپ کو کئی بار فون کیا۔ آپ کے ملازم کو پیغام بھی لکھوایا۔ میں تو سمجھا تھا کہ ملازم نے بتایا ہی نہیں۔ ملازم کی فوراً صفائی پیش کریں گے '' بتایا تھا بیچارے نے۔ کیا کروں فون بھی دو دن سے خراب رہا۔'' (۱۳ (

میرزا ادیب '' ساز ارتقاء میں ''کچھ یادیں کچھ باتیں'' میں احمد ندیم قاسمی سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میری ندیم صاحب سے دوستی بہت پرانی ہے۔ اتنی پرانی کہ اس کے بطن سے کم از کم پینتیس برس کی سیاہیاں اور اجالے گزر چکے ہیں۔ اس درمیان ہمارے درمیان اختلاف بھی پیدا ہوئے... مگر ہماری دوستی اور ہمارے باہمی خلوص کا افق اب تک اسی طرح چمک رہا ہے جس طرح ادب لطیف کے ابتدائی زمانے میں تابناک تھا۔ اس پر کوئی دھبہ، کوئی گرد نہیں ہے۔''(۱۴ (

قتیل شفائی '' ساز ارتقاء'' میں '' عظیم فنکار، عظیم انسان'' میں احمد ندیم قاسمی کے بارے میں اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں :

''قاسمی صاحب سے نیاز مندی کا سلسلہ جب سے شروع ہوا تو اب تک اس میں سر مو فرق نہیں آیا۔ تیس برس کے تعلقات کا اعزاز کوئی معمولی اعزاز نہیں۔ وہ میرے جب بھی محترم تھے، اب بھی محترم ہیں۔ میں انہیں بڑا بھائی کہوں، استاد کہونیا دوست کہوں، سبھی دعوے بجا ہیں۔مجھے قاسمی صاحب کی ذات میں کئی رشتوں کا حسن دکھائی دیا ہے اور میں نے ایک اکیلی ذات میں پوری کائنات کا لطف اٹھایا ہے۔ '' (۱۵ (

''ساز ارتقاء'' مینکئی اور ادبی شخصیات نے ندیم صاحب کے بارے میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ ص نمبر 282کے بعد افکار میں چند اشتہارات شامل ہینمگر ان پر کوئی ص نمبر نہی ہے۔ / یہ ص نمبر 293سے لے کر ص 546تک ہے۔

ترتیب افکار میں پانچواں عنوان ''تخلیق فن'' ہے اس حصے میں مدیر افکار نے تنقیدی جائزے پیش کئے ہیں۔ ستائس شخصیات کے تنقیدی مضامین اور ان کی آراء اس میں شامل ہیں۔ ان شخصیات نے احمد ندیم قاسمی کی شاعری، نثر، صحافت، ان کا فن، بطور شاعر ان کی خدمات اور ان کی شخصیت پر قلم اٹھایا ہے۔ '' تخلیق فن'' کا پہلا مضمون ڈاکٹر سید عبداللہ کا ہے۔ اس کا عنوان '' وہ کہ شاعر بھی ہے انسان بھی ہے''۔ ندیم صاحب سے گو ان کی زیادہ ملاقات تو نہیں رہی مگر جب بھی ملنا ہوا نہایت خلوص اور محبت سے ملے۔ احمد ندیم قاسمی انسان دوست شاعر ہیناور انسان کے دکھ درد کو سمجھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ خالصاً شاعر بھی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبداللہ یوں رقم طراز ہیں :

''ندیم کی شاعری کا حصہ اپنی جگہ احترام کے لائق مگر میں جب ندیم کو ایک بلند پایہ شاعر کہتا ہوں تو اس کے سماجی حلقے کی وجہ سے نہیں-- بلکہ اس وجہ سے کہ ندیم کے کلام میں خود ندیم بھی موجود ہے۔ اس کا دل (اس کا اپنا دل) بھی اس میں باانداز خاص دھڑکتا دکھائی دیتا ہے--اور اس وجہ سے کہ ندیم تصویریں بھی اچھی بناتا ہے-- اور پھر اس وجہ سے بھی کہ اس کی تصویریں ایسے نغموں سے ہم آہنگ اور ہم رنگ ہوتی ہیں جو قاری کے تخیل میں تحریک پیدا کر دیتی ہیں۔ اس لحاظ سے میں ندیم کو جلیل القدر شاعر مانتا ہوں۔'' (۱۶ (

سید وقار عظیم اپنے مضمون '' ندیم کے افسانے-- سناٹا کے بعد'' میں لکھتے ہیں :

''انسان اللہ کی بہترین مخلوق ہے اور اللہ کی اس سب سے اچھی مخلوق کا سارا حسن پرست ندیم کے رومانی احساس کے ترجمان ہے۔ آنکھوں کے حسن اور اس حسن کے دل میں ڈوب جانے اور اسے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دینے والے افسانے ہیں۔ انہیں پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ حسن دنیا کی سب سے بڑی، سب سے دلکش، سب سے دلنواز، سب سے پاکیزہ اور سب سے مقدس حقیقت ہے۔ یہ حقیقت سامنے آئے تو آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اسے صرف آنکھ دکھائی دیتی ہے اور وہ طرح طرح کے جتن کر کے بھی اس حسن کا احاطہ نہیں کرتا۔ '' (۱۷ (

ڈاکٹر وزیر آغا اپنے ایک مضمون '' احمد ندیم قاسمی کا فن'' میں احمد ندیم قاسمی کے بارے میں لکھتے ہیں :

''اردو ادب کے جدید دور میں ندیم ہی وہ واحد ہستی ہے جس کا فن چار دہائیوں (اور فی زمانہ ایک دہائی ایک جگ کے برابر ہے) کے ہر آبی طوفان سے ٹکرانے کے باوجود تر و تازہ ہے اور خدا انہیں عمر خضر عطا کرے کہ ابھی ان کے فن میں ایسے کئی طوفانوں سے ٹکر لینے کی سکت باقی ہے۔ '' (۱۸ (

حسن عابدی اپنی ایک مضمون '' ندیم بحیثیت صحافی'' جو ''تخلیق فن''کا حصہ ہے، میں احمد ندیم قاسمی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں :

''قاسمی صاحب نے بہت ریاض کیا ہے۔ یہ جو ان کی تحریر میں بے ساختگی اور روانی پائی جاتی ہے یہ سالہا سال کی شب بیداری اور مشق تحریر کا عطیہ ہے۔ ان کے استدلال کی تندی، ان کے طنز کی کاٹ، ان کے مزاح کی دلآویزی اور عبارت کا مجموعی حسن، یہ سب کچھ اس مسلسل فکر

اور خامہ سرائی کا حاصل ہے۔ جس کا تصور بھی ہمارے جیسے سہل پسندوں کے تھکا دینے کیلئے کافی ہے۔ اور ان سب کی تہہ میں انسانیت سے محبت اور احترام کا جذبہ کارفرما ہے۔ ‘‘ (۱۹ (

احمد ندیم قاسمی اپنے وقت کی جدید دنیا کے نمائندے تھے۔ ’’تخلیق فن‘‘ میں شامل امجد اسلام امجد اپنے ایک مضمون ’’احمد ندیم قاسمی کی نظمیں‘‘ میں انہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں :

’’ندیم نے اپنی شاعری میں دنیا بھر کی انقلابی تحریکوں کو بہ نظر استحسان دیکھا ہے اور انقلابی جدوجہد میں شریک لوگوں کی توصیف کی ہے۔ چاہے وہ چین کے چھ فنکار ہوں یا ویت نام کے بہادر عوام، الجزائر نے فرانسیسی استعمار کے خلاف جنگ آزادی لڑی تو ندیم نے ان کی اس تحریک کی پرجوش حمایت کی۔‘‘ (۲۰ (

’’افکار ‘‘ کی ترتیب میں جچتا عنوان ’’ افق فن‘‘ ہے اس میں انتخاب کلام اور تذکرے اور تبصرے شامل ہیں۔ انتخاب کلام کے حصے کو سحر انصاری اور صہبا لکھنوی نے مرتب کیا ہے۔ تذکرے اور تبصرے تاثیر، مولاناعبدالمجید سالک، فراق گھورکھپوری، احتشام حسین اور شورش کاشمیری نے لکھے ہیں۔ ’’افق فن‘‘ کا آغاز ص نمبر 553سے شروع ہو کر 741پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ’’دھڑکنیں، رم جھم‘‘ احمد ندیم قاسمی کا پہلا مجموعہ کلام ہے۔ اس میں انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ ایک قطعہ ملاحظہ ہو :

سراپا

تیری زلفیں ہیں کہ ساون کی گھٹا چھائی ہے
تیرے عارض ہیں کہ پھولوں کو ہنسی آئی ہے
یہ تیرا جسم ہے یا صبح کی شہزادی ہے
ظلمت شب سے الجھتی ہوئی انگڑائی ہے(۲۱ (

احمد ندیم قاسمی اک دوسرا مجموعہ کلام ’’جلال و جمال‘‘ ہے۔ اس مجموعے میں شامل نظم ’’عزم‘‘ کا ایک بند ملاحظہ ہو :

منجمد قلب سے لپکیں گے بھڑکتے شعلے
اور جل جائے گا اقتدار کا فرسودہ نظام
خاک بوسوں کو اچھالوں گا فلک کی جانب
محو کر دے گا ستاروں کا بھی انسان کا مقام(۲۲ (

احمد ندیم قاسمی کا تیسرا مجموعہ کلام ’’شعلہ گل‘‘سے انتخاب کر کے ’’ افق فن‘‘ کی زینت بنایا گیا ہے۔ اس مجموعہ کلام سے غزل کے دو اشعار پیش کئے جاتے ہیں :

پھر بھیانک تیرگی میں آ گئے
ہم گجر بجنے سے دھوکا کھا گئے
ہائے خوابوں کی خیاباں سازیاں
آنکھ کیا کھولی چمن مرجھا گئے(۲۳ (

احمد ندیم قاسمی کے چوتھے مجموعہ کلام کا عنوان " دشت وفا" ہے۔ " افق فن" کیلئے اس میں سے بھی بہت خوبصورت انتخاب کیا گیا ہے۔ ندیم صاحب کی ایک نظم "شباب کے پھول" سے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں :

میں زندگی کی خزاں سے اپنے شباب کے پھول مانگتا ہوں
وہ پھول جن سے بہار کی رہ گزر پہ میں نے دیے جلائے
بہار کی دیویوں کے قدموں کی چاپ کانوں میں گونجتی تھی
میرے ترستے ہوئے خیالوں کے آسمانوں میں گونجتی تھی (۲۴ (

"افق فن " میں تذکرے اور تبصرے کے ضمن میں ڈاکٹر تاثیر، ندیم صاحب کے پہلے مجموعے کلام میں شامل قطعات کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں کرتے ہیں :

"ان قطعات میں ندیم نے ایک نیا تجربہ ادبی کیا ہے۔ انہوں نے شاعری اور افسانے کو یکجا کر دیا ہے۔ ہر قطعہ ایک نظم بھی ہے اور ایک مستقل افسانہ بھی۔ گویا پرانی غزل اور نئی نظم کا امتزاج ہے۔ جس طرح ہر غزل کا ہر شعر ایک مکمل اور مستقل حیثیت رکھتا ہے اسی طرح ہر قطعہ اپنی جگہ قائم و ثابت ہے۔ مگر تمام قطعات مل کر ایک نظم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک معین و مخصوص فضا پیدا کرتے ہیں۔" (۲۵ (

پروفیسر سید احتشام حسین، ندیم کے چوتھے مجموعہ کلام کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"دشت وفا میں محبت اور انسانیت کے پھول کھلے ہیں۔ اگرچہ دشت ہونے کے اعتبار سے اس میں خشک پتے اور کھنڈر بھی ہیں، قید و بند کے مصائب اور خیالوں کو زنجیریں پہنانے کی تصویریں بھی ہیں۔ فنی اعتبار سے احمد ندیم قاسمی اس جدید رومانی انداز کے ترجمان ہیں جو الفاظ کے معنوی علامتوں کی حیثیت سے استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ جذباتی علامات کی حیثیت سے بھی استعمال کرتا ہے۔ " (۲۶ (

ـــ"افکار"کی ترتیب کا عنوان "چہرہ گیتی " اس میں احمد ندیم قاسمی کے افسانونمیں سے کچھ افسانے کر کے رسالے میں پیش کیے گئے ہیناور یہ انتخاب ان کا اپنا ہے۔"چہرہ گیتی " ص نمبر 753سے لیکر ص نمبر863 افسانوں کا انتخاب ہے۔انتخاب کا پہلا افسانہ ' 'ہیرو شیما سے پہلے " "ہیروشیما کے بعد" جنگ ہمیشہ تباہی، بربادی، آہ و بکا، آنسو، فریاداور غربت لے کر آتی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جاپان کے دو شہروں ہیرو شیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر لاکھوں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔اس بم حملے میں جو بچ گئے وہ ہمیشہ کیلئے معذور اور اپاہج اور بے کار ہو گئے۔ یہ واقعہ دنیا میں انسانیت کے نام پر ایک دھبہ ہے۔ عام انسان بھی اس پہ دکھ محسوس کرتے ہیں مگر جو فنکار ہوتا ہے، شاعر اور ادیب ہوتا ہے، وہ ایسے حالات و واقعات سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی بھی حساس دل کے مالک ہیں۔ سو انہوں نے افسانے کے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ اس افسانے سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

"رات کو چوپال پر لوگ اکٹھے ہوئے تو ذیلدار نے ایٹم بم کا ذکر چھیڑ دیا، "اس کی طاقت پانچ لاکھ ساٹھ ہزار من بارود کے برابر ہوتی ہے، جب ہیروشیما پر بم گرا تو جو لوگ باہر تھے وہ وہیں دم

توڑ بیٹھے اور جو اندر تھے، وہ مارے حبس کے تڑپ، پھڑک کر رہ گئے۔ لاشوں کے چہرے تک نہیں پہچانے جا سکتے۔ بم گرا تو سات آٹھ میل اونچا دھوئیں کا مینار ابھر آیا۔ ہیروشیما بالکل مٹ چکا ہے، پچاس ہزار سے زیادہ جاپانی مر چکے ہیں، ہزاروں ہسپتالوں میں ہیں، ہزاروں کا کچھ پتہ نہیں۔ اب جنگ ختم سمجھو''۔ (۲۷(

اپنے ایک افسانے ''پہاڑوں کی برف'' جو ''چہرہ گیتی'' کیلئے منتخب کیا ہے میں احمد ندیم قاسم عورت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''عورت فطرت کی نہایت خوبصورت تخلیق ہے مگر حسن تخلیق کی داد کا بھی ایک قرینہ ہوتا ہے، نو شگفتہ پھول کو دیکھ کر ہمارے احساسات کو ایک انگڑائی سی آتی ہے اور ہم آگے بڑھ جاتے ہیں، شفق میں رنگے ہوئے بادلوں کو ہم پیار سے دیکھتے ہیں اور اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں، رات کو چھت پر گرتی ہوئی بوندوں کی موسیقی چند لمحوں کیلئے ہمیں آسمانوں سے اترا سازینہ معلوم ہوتی ہے اور پھر ہم سو جاتے ہیں۔ میں نے خوبصورت عورتوں کو بھی ہمیشہ اسی قرینے سے دیکھا ہے''۔)۲۸(

''افکار'' کی ترتیب کا آٹھواں عنوان ''ہم سفر'' ہے۔ یہ ص نمبر 813 سے شروع ہو کر ص نمبر 908 پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس میں 38 شاعروں نے اپنے اپنے انداز اور طریقے سے ندیم صاحب کی شاعری کو سراہا ہے۔ ان کی شخصیت کا سحر بیان کیا ہے۔ اپنے خلوص اور محبت کا اظہار اور نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان میں ہر ایک کی نذر کا بیان تو مشکل ہے مگر چند ایک نامور ہستیوں کے کلام سے چند ٹکڑے چنے جا سکتے ہیں۔ قتیل شفائی اپنی نظم ''ندیم ایک چاند ہے'' میں رقم طراز ہیں:

چلا نہ دو قدم کبھی وہ مصلحت کی راہ پر
نظر نہ اس کی جم سکی، کسی بھی کج کلاہ پر
وہ خندہ زن رہا سدا ہر اک جہاں پناہ پر
اس ایک جرم پر اسے ہر اک سزا قبول ہے
ندیم ایک چاند ہے، ندیم ایک پھول ہے (۲۹(

اپنی نظم ''اس کی تحریر کی خوشبو'' میں امجد سلام امجد، ندیم صاحب کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں:

میں نے اس شخص کی آنکھوں میں فروزاں دیکھی
اس کے نکھرے ہوئے باطن کی چمک
اس کی تحریر کی خوشبو میں گل افشاں دیکھی
اس کے مہکے ہوئے لہجے کی کھنک
اس کے کردار کے پردے میں نمایاں دیکھی
عظمتِ آدم خاکی کی جھلک!(۳۰(

پروین شاکر جن کیلئے احمد ندیم قاسمی ''نمو'' تھے۔ اپنی نظم ''سرِ شاخ گل'' میں لکھتی ہیں:

وہ سایہ دار شجر
جو دن میں میرے لیے ماں کا نرم آنچل ہے،
وہ رات میں، مرے آنگن پہ ٹھہرنے والا،
شفیق، نرم زباں، مہربان بادل ہے (۳۱ (

’’افکار ‘‘ کے ندیم ممبر کانواں عنوان نذر ندیم ہے، یہ ص نمبر 909 سے شروع ہوتا ہے اور ص نمبر 916 پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ اس میں 31 شعراء نے احمد ندیم قاسمی کی زمینوں میں غزلیں کہی ہیں۔ ان میں سے دو کو حوالہ کے طور پر پیش کیا ہے، سہیل اختر کے اشعار:

مرا فسانۂ غم اس نے جب سنا ہو گا
تو ایک پل کو سہی وہ بھی رو دیا ہو گا
فلک پہ ٹوٹتے تاروں کا دیکھ کر منظر
اندھیری شب میں ترا دل بھی کانپ اٹھا ہو گا(۳۲(

نذر ندیم میں شامل سیدہ حنا کے اشعار:

بزم یاران وطن یاد آئی
گرمئ شعر و سخن یاد آئی
یاد آئی وہ تخیل کی اُڑان
اپنے پیروں کی تھکن یاد آئی
روح میں پھر کئی نشتر اترے
اس کے لہجے کی چبھن یاد آئی
یاد آیا وہ بہاروں کا غرور
لالہ و گل کی پھبن یاد آئی(۳۳(

’’افکار‘‘ کے ندیم نمبر کی ترتیب میں شامل دسواں عنوان ’’معیار وفا‘‘ ہے۔ اس میں احمد ندیم قاسمی کے غیر مطبوعہ خطوط شامل ہیں جو انہوں نے اپنے ساتھیوں اور ادبی شخصیات کے نام لکھے۔ یہ حصہ ص نمبر 917 سے لے کر ص نمبر 935 تک ہے۔ اس میں نو شخصیات کے نام خط لکھے گئے ہیں۔ ’’معیار وفا‘‘ کا پہلا خط ڈاکٹر عبادت بریلوی کے نام ہے۔ یہ خط 10 مارچ1944ء کو مکتبہ اردو لاہور سے لکھا گیا۔ اس میں احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

’’برادر مکرم... سلام مسنون!

اب تک آپ کے گرامی نامے کا انتظار کر تا رہا، لیکن جناب شوکت صدیقی صاحب کے خط سے یہ پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا، کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں، میں کبھی شبہ تک نہیں کر سکتا تھا کہ عبادت بھائی مجھ سے روٹھ جائیں گے۔ میں تو کچھ اور سمجھے بیٹھا تھا اور اپنے ذہن میں ایسے تعلقات استوار کر رکھے تھے جو مدیرانہ یا ادیبانہ ہونے کے بجائے دوستانہ اور برادرانہ تھے‘‘۔(۳۴(

احمد ندیم قاسمی نے فتح محمد ملک کے نام 8 مئی 1965ء کو خط لکھا۔ اس پر 170۔ انارکلی، لاہور کا پتہ درج ہے۔ پتہ اور تاریخ لکھنے کے بعد قاسمی صاحب اپنے خط کا آغاز کچھ یوں کرتے ہیں:

''بہت پیارے بھائی۔۔محبت!

سمجھ میں نہیں آتا کہ اظہار معذرت کا آغاز کیسے کروں یا اگر اظہار معذرت کردوں تو کیا میرے گناہ دھل جائیں گے! کیا؟ اس تمام عرصے میں میرے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ میں آپ کو مفصل نہ سہی مختصر سا خیریت نامہ ہی لکھ دیتا؟ یقینا اتنا وقت تھا مگر آپ کو خط لکھنے کیلئے نہ جانے مجھ پر یہ جنون کیوں سوار رہتا ہے کہ بہت سا وقت ہونا چاہئے اور بہت مفصل لکھنا چاہئے۔ نہ اتنا وقت ملتا ہے نہ اتنا مفصل لکھتا ہوں بلکہ مفصل تو رہا ایک طرف اب کے شاید تین مہینوں سے میں آپ کو ایک پوسٹ کارڈ تک نہ لکھ سکا۔ مجھے معاف کر دیجئے اور فوری طور پر معاف کر دیجئے''۔ (۳۵)

''افکار'' کے ندیم نمبر کی ترتیب گیارہواں اور آخری عنوان ''راہ انتظار'' ہے۔ اس حصے کا آغاز ص نمبر 937 سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام ص نمبر 966 پر ہوتا ہے۔ اس میں سب سے پہلی تحریر احمد ندیم قاسمی کی ہے۔ اس کا عنوان ''ڈاکٹر اقبال سے پہلی اور آخری ملاقات'' ہے۔ ''شیرازہ'' کے خاص نمبر میں علامہ اقبال پر شائع شدہ سوانحی مضامین میں ندیم صاحب کا یہ مضمون بھی شامل تھا۔ اس سوانحی مضمون میں ندیم صاحب اقبال سے ملاقات کے وقت کے جذبات و احساسات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''کوٹھی کے برآمدے کے سامنے مشرق کا عظیم المرتبت مفکر ایک چھوٹے سے تکیے پر اپنی کہنی دھرے سات آٹھ اصحاب سے محو گفتگو تھا۔ درانی صاحب کے سوا میں ان صاحبان میں سے کسی کو نہ جانتا تھا۔ ہمارے جانے پر ان سب نے ڈاکٹر صاحب سے اجازت چاہی اور رخصت ہو گئے۔ انجمن حمایت اسلام کے ایک جلسے میں میں نے ڈاکٹر صاحب کو بہت دور سے ایک بار دیکھا تھا۔ اب اتنی بڑی ہستی کو اپنے اس قدر نزدیک دیکھ کر میں نے محسوس کیا، میرا دماغ مسرت، تعجب اور احترام کے لامتناہی جذبات کے سیلاب سے گھومنے لگا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہلکے سبز رنگ کے شیشوں کی ایک عینک لگا رکھی تھی''۔ (۳۶)

''راہ انتظار'' میں حاجرہ مسرور کا ایک سوانحی مضمون شامل ہے جو انہوں نے احمد ندیم قاسمی پر لکھا ہے۔ اس کا عنوان میرے بھیا۔ میرے لالہ ہے۔ اس مضمون سے ایک اقتباس:

''ندیم لالہ'' کی فطرت کا یہ پہلو پون صدی سے زیادہ عرصے سے ہمارے کتنے ہی اہل قلم حضرات کی نجی محفلوں میں طنزیہ گفتگو کا ایک موضوع بنا رہا ہے۔ اگر لالہ کسی عورت کو اغوا کر لیتے، کسی کو قتل کر دیتے یا ڈکیتی کی واردات میں ملوث ہوتے تو شاید کچھ لوگوں کے نزدیک یہ حرکت قابل معافی ہوتی لیکن لالہ کے اکثر نکتہ چیں ان کے مزاج کی شائستگی کو قطعی غیر شاعرانہ بلکہ غیر انسانی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ڈھاکہ کی ایک محفل کا چٹ پٹا فقرہ لمبا سفر طے کر کے ہم تک پہنچا جو ہمارے ایک مہربان دانش ور فنکار نے عالم سرور میں ادا فرمایا۔ ''اور۔۔۔اور یہ ندیم فراڈ ہے یا

فرشتہ، بلا کوئی انسان اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے کہ غیر لڑکیوں کو بہن کہے بھی اور بہن سمجھے بھی''۔ (۳۷)

''افکار'' کے ندیم نمبر میں مختلف عنوانات کے خاتمے پر اشتہارات شامل ہیں۔ جن پر صفحات درج نہیں ہیں۔ رسالے کے صفحات کے شمار میں اشتہار والے صفحے بھی شامل ہیں۔ 967 صفحے پر اشتہار ہے۔ اس سے اگلے صفحات پر اشتہارات ہیں مگر ان صفحات پر نمبر نہیں ہیں۔ مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو افکار کا ندیم نمبر نہایت جامع ہے۔ اس میں ان کی زندگی کے ذاتی اور ادبی سفر کی کہانی بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہے۔ جو ان کے دوستوں اور خود ان کی زبانی بیان ہوئی۔ مدیر اپنی اس کاوش میں نہایت کامیاب رہے کہ انہوں نے ایک بڑے ادیب اور شاعر کی زندگی اور ان کی تخلیقات، ان کے فن پر مختلف طبقے اور مختلف خیالات کی حامل شخصیات کے جذبات و احساسات اور ان کے خیالات کو یکجا کر کے ''افکار'' کا ندیم نمبر بنا دیا۔ اس سے ندیم صاحب کی سوانح مرتب کی جا سکتی ہے۔ اس میں ندیم صاحب کی زندگی کے ہر گوشے پر اہل قلم نے اپنی اپنی آرا کا اظہار کیا ہے۔ کسی نے مفصل اور کسی نے مختصر۔ اس ایک رسالے سے

احمد ندیم قاسمی کی شخصیت ہر حوالہ سے مکمل روپ میں نظروں کے سامنے آجاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی ذاتی زندگی اور ادبی سفر کا اتقاء بھی مکمل روپ لئے نظر آتا ہے۔

حوالہ جات:

شمارہ نمبر ۱۰۸

مدیر اختر رضا سلیمی خصوصی شمارہ احمد ندیم قاسمی نمبر جنوری تا جون ۲۰۱۶ء

(۱) سہ ماہی ادبیات، ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی، قاسمی صاحب، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان ص، ۲۸، ۲۹

(۲) افکار ندیم نمبر، مہا لکھنوی، اشاریہ، کراچی، ایجوکیشنل پریس، ۱۹۷۵ء، ص۱۶

(۳) ایضاً، ص20

(۴) ایضاً، ص34

(۵) ایضاً، ص34

(۶) ایضاً، ص39

(۷) ایضاً، ص47

(۸) ایضاً، ص80

(۹) ایضاً، ص85

(۱۰) ایضاً، ص122

(۱۱) ایضاً، ص130

(۱۲) ایضاً، ص136,137

(۱۳) ایضاً، ص143

(۱۴) ایضاً، ص189

(١٥)   ايضاً، ص234
(١٦)   ايضاً، ص297
(١٧)   ايضاً، ص305
(١٨)   ايضاً، ص341
(١٩)   ايضاً، ص458
(٢٠)   ايضاً، ص485
(٢١)   ايضاً، ص557
(٢٢)   ايضاً، ص580
(٢٣)   ايضاً، ص674
(٢٤)   ايضاً، ص690
(٢٥)   ايضاً، ص736
(٢٦)   ايضاً، ص740
(٢٧)   ايضاً، ص771
(٢٨)   ايضاً، ص830
(٢٩)   ايضاً، ص876
(٣٠)   ايضاً، ص897
(٣١)   ايضاً، ص901
(٣٢)   ايضاً، ص910
(٣٣)   ايضاً، ص912
(٣٤)   ايضاً، ص918
(٣٥)   ايضاً، ص926
(٣٦)   ايضاً، ص939
(٣٧)   ايضاً، ص946

/....../